شکر کی ضرورت اور اُس کا طریقہ

جس میں

سازگار حالات و واقعات اور خوش حالی کے موقعہ پر اسلامی نقطۂ نظر سے ایک مسلمان کو کیا کرنا چاہیے؟ اس کا تسلی بخش جواب دیا گیا ہے اور غفلت و خدا فراموشی کے بُرے انجام سے بھی آگاہ کیا گیا ہے

محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ **ابرار الحق** صاحب دامت برکاتہم عمّت فیوضہم
خلیفہ مجاز حضرت حکیم الامّت مجدد الملّت مولانا شاہ محمد **اشرف علی** صاحب تھانوی نوّر اللہ مرقدہ

انجمن احیاء السنہ (رجسٹرڈ) نفیر آباد ○ باغبانپورہ ○ لاہور پوسٹ کوڈ: 54920
6551774: -

لاہور آفس : یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ
پوسٹ بکس نمبر 2074 لاہور پوسٹ کوڈ نمبر 54000 ☎ 6370371 - 042-6373310

جُوا کب غلامی کا ہے زیبِ مُسلم

کہ ہر چیز موزوں ہے اپنے محل میں

یہ اعمالِ بد کی ہے پاداش ورنہ

کہیں شیر بھی جوتے جاتے ہیں ہل میں

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

شکر کی ضرورت
اور اس طریقہ

از:
محی السنۃ حضرت مولانا شاہ
ابرار الحق صاحب
دامت برکاتہم
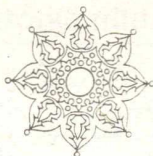
انجمن احیاء السنۃ
نفیر آباد ○ باغبانپورہ ○ لاہور

نام کتاب ________ شکر کی ضرورت اور اس کا طریقہ

مجالس ________ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

مرتب ________ محمد افضال الرحمٰن

ملنے کے پتے
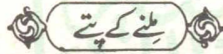
لٹریچر کی ترسیل بذریعہ ڈاک صرف ان پتوں سے ہوتی ہے۔

یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، لاہور

بالمقابل چڑیا گھر ○ شاہراہِ قائدِ اعظم ○ لاہور

پوسٹ بکس نمبر: 2074 پوسٹ کوڈ نمبر: 54000 فون: 042-6373310

فیکس: 042-6370371

E-mail: khanqahlhr@hotmail.com

انجمن احیاء السنہ (رجسٹرڈ) نفیس آباد ○ باغبانپورہ ○ لاہور پوسٹ کوڈ: 54920

- 6551774:

نگران اشاعت ڈاکٹر عبد المقیم خلیفہ مجاز: عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

32 راجپوت بلاک، نفیس آباد، باغبانپورہ۔ لاہور فون: 042-6551774-

Mobile:0300-9489624 E-mail: dramuqueem@yahoo.com

فہرست مضامین

باسمہ تعالیٰ

عرضِ مرتب

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا وَّمُسَلِّمًا۔ امابعد!

انسان اپنے وجود وبقا اور زندگی کی ہر منزل و ہر موڑ پر پیش آنیوالی حاجات وضروریات کے پورا کرنے میں قدم قدم پر اپنے پیدا کرنیوالے خالق ومالک کا اس طرح محتاج ہے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی اس سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔ سراپا محتاج ہے پھر یہ کہ اس کی کون سی حاجت وضرورت ایسی ہے کہ اس کے لئے منعم حقیقی کی طرف سے نعمتوں کا مسلسل فیضان نہ ہو رہا ہو۔ بلکہ بلامبالغہ انعامات کی موسلادھار بارش ہو رہی ہے ایسی صورت میں اسکے انعامات کے شمار کرنے کی کس میں ہمت وسکت ہے؟ انہی کا توارشاد ہے کہ جسمیں ذرا بھی مبالغہ نہیں وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ لَاتُحْصُوْھَا۔ ایسے کریم وہاب کی نعمتوں کی قدر دانی کرنا۔ اطاعت وفرمانبرداری کرنا معصیت سے بچنا نہ صرف یہ کہ دینی وایمانی نقطۂ نظر سے پسندیدہ ومطلوب ہے کہ اس پر ازدیادِ نعمت کا وعدہ ہے کفرانِ نعمت پر مواخذہ کی وعید ہے۔ بلکہ انسانیت کا بھی یہی تقاضا ہے شرافت کا بھی یہی تقاضا ہے! اسی حقیقت کو محی السنۃ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے ایک وعظ میں بیان فرمایا جو ۱۱ جمادی الثانیہ ۱۴۱۸ھ قبل نماز جمعہ مسجد حقی ہردوئی میں ہوا۔ اسکو مجلس شکر کی ضرورت اور اس کا طریقہ کے نام سے آنمحترم دامت برکاتہم کی نظر ثانی واجازت سے پیش کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے۔

امت مسلمہ کو آپ کے فیض سے مستفیض فرمائے۔ آمین

والسلام

محمد افضال الرحمٰن

خادم مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی

۱۳ جمادی الثانیہ ۱۴۱۸ھ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا ۔

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ [1]

اور وہ وقت یاد کرو جبکہ تمہارے رب نے تم کو اطلاع فرمادی کہ اگر تم شکر کروگے تو تم کو زیادہ نعمت دوں گا اور اگر تم ناشکری کروگے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے

اس وقت ایک آیت کریمہ کی تلاوت کی گئی ہے اس میں جو مضمون بیان کیا گیا ہے اس کی توضیح وتشریح کے لئے پہلے ایک بات عرض کردی جائے ۔

---

[1] پ ۱۳ رکوع ۱۴

عبادات دو قسم کی ہیں

کہ عبادات دو قسم کی ہیں ایک وہ ہیں کہ جن کے لئے وقت مقرر ہے۔ معین ہے، مقررہ وقت آنے پر ہی ان کو ادا کیا جائے گا وقت سے پہلے ان کا ادا کرنا صحیح نہیں ہے، اس قسم کی عبادتوں کو آسانی کے لئے موقت کہہ دیا جائے، دوسری وہ عبادتیں ہیں کہ ان کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں بلکہ ہمہ وقت ان کے کرنے کا حکم ہے، اس قسم کی عبادتوں کو ہمہ وقتی عبادت یا غیر موقت کہہ دیا جائے۔

پہلی قسم کی عبادتیں کہ جن کے لئے وقت مقرر ہے وہ ہے نماز روزہ حج کہ ان کے لئے وقت مقرر ہے، صبح صادق کے بعد فجر کی نماز فرض ہے۔ زوال کے بعد ظہر کی نماز کا وقت ہے، پھر اس کے تھوڑی دیر بعد عصر کی نماز کا وقت ہے، سورج غروب ہونے کے بعد مغرب کی نماز کا وقت ہے، ایسے ہی عشا کی نماز کیلئے وقت مقرر ہے، یہ تو نماز کا معاملہ ہے، پھر رمضان شریف کا زمانہ آگیا تو روزہ رکھنا فرض ہو گا، اسکا مہینہ جیسے ہی گیا اب روزہ فرض نہیں چھٹی ہے، اور وہ عبادتیں کہ جن کے لئے وقت مقرر نہیں وہ ہیں صبر اور شکر، ان کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں بلکہ جیسا حال ہو گا ویسا حکم ہو گا، جیسا معاملہ پیش آئے اسکے لئے ویسا ہی حکم ہے طبیعت کے خلاف معاملہ پیش آئے تو حکم ہے کہ صبر کرے، طبیعت کے موافق حالات پیش آئیں تو حکم ہے کہ شکر کرے۔

بس اب دل میں خیال ہے تیرا

صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک انسان کو جو حالات پیش آتے ہیں اس کی دو ہی صورتیں ہیں، ایک تو جس طرح سے اسکا جی چاہتا تھا اسی طرح وہ معاملہ ہو گیا، اور ایک یہ کہ معاملہ پسند اور مزاج کے خلاف ہو، ظاہر ہے کہ انسان اللہ کا بندہ ہے، بندہ کا کام ہے کہ جس وقت کے لئے مالک کا جو حکم ہو اس کی تعمیل کرے یہی اس کی بندگی کا تقاضا ہے اب مزاج کے خلاف معاملہ پیش آئے تو حکم ہے صبر کرو اس لئے اس وقت صبر کرنا ہی عبادت و بندگی ہے جب طبیعت کے موافق معاملہ پیش آئے تو حکم ہے کہ شکر کرو اسلئے اس وقت شکر کرنا ہی عبادت و بندگی ہے اسی کو خواجہ صاحب نے اپنے الفاظ میں فرمایا ہے ؎

کسی نظر میں جلال ہے تیرا	کبھی نظر میں جمال ہے تیرا
کسی کا اس میں گزر نہیں ہے	بس اب دل میں خیال ہے تیرا

صبر و شکر ہمہ وقتی عبادت ہیں

تو صبر و شکر ان دونوں عبادتوں کا تعلق حالات و معاملات سے ہوا۔ صبر کا تعلق طبیعت کے خلاف حالات سے ہے۔ شکر کا تعلق طبیعت کے موافق حالات سے ہے طبیعت کے خلاف معاملات کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں کہ اتنے وقت سے لے کر اتنے وقت تک طبیعت

کے خلاف معاملات پیش آئیں گے اسی طرح طبیعت کے موافق معاملات پیش آنے کے لئے بھی کوئی وقت مقرر نہیں اس لئے ان دونوں سے متعلق جو عبادتیں ملیں ان کی ادائیگی کے لئے بھی کوئی وقت مقرر نہیں بلکہ کوئی وقت ایسا نہیں کہ انسان پر کوئی نہ کوئی حالت نہ ہوتی ہو خواہ طبیعت کے موافق خواہ طبیعت کے خلاف جب بھی جیسا معاملہ ہو اسی کے مناسب جو حکم ہو اس پر عمل کیا جائے اسلئے یہ دونوں عبادتیں ہمہ وقتی ہوئیں کبھی عبادت صبر کی صورت میں ہوگی اور کبھی عبادت شکر کی صورت میں ہوگی۔

شکر و ناشکری کا قرآنی اصول

اس وقت جو آیۃ کریمہ تلاوت کی گئی ہے اس میں شکر کے سلسلہ میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات احسانات پر جو شخص شکر ادا کرے گا اس کے لئے ضابطہ بتلایا گیا

لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ [1] اگر تم شکر کرو گے تو تم کو ضرور زیادہ نعمت دوں گا۔

نعمت کی ناشکری و ناقدری کرنے پر فرمایا گیا

وَلَئِنۡ كَفَرۡتُمۡ اِنَّ عَذَابِىۡ لَشَدِيۡدٌ [2] اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے۔

---

[1] پ ۱۳ ع ۱۴ [2] پ ۱۳ ع ۱۴

اس آیت میں شکر ادا کرنے اور ناشکری کرنے دونوں ہی کے بارے میں قاعدہ بتلا دیا گیا ہے کہ شکر ادا کرنے سے انعامات میں اضافہ ہوتا ہے ناشکری کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔

شکر کی حقیقت

شکر کہتے ہیں

الاعتراف بنعمۃ المنعم	منعم کی تعظیم کے ساتھ اسکی نعمت کا
مع تعظیمہ وتوطین النفس	اعتراف کرنا اور نفس کو اس حالت
علیٰ ھذہ الطریقۃ[1]	پر آمادہ کرنا

نعمت کو حقیقی محسن و منعم کی طرف سے سمجھنا دل میں اس کی عظمت ہونا جو حالت طبیعت کے موافق ہو اس کو دل سے اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھے اس میں اپنی خوبی اور کمال نہ سمجھے کہ میں نے یوں کیا میں نے یوں کیا جس کی بنا پر یہ ہو گیا بلکہ یہ اللہ کا کرم اور اس کی عنایت ہے اگر اسکا کرم شامل حال نہ ہو تو انسان کچھ بھی نہیں کر سکتا وجہ اس کی یہ ہے کہ انسان کوئی کام کرتا ہے پہلے اسکو اپنے دماغ وقوت فکر سے سوچتا ہے پھر آنکھوں سے دیکھ کر ہاتھ لگا کر پیر سے چل کر اسکو انجام دیتا ہے، بظاہر انسان نے کام کیا مگر سوچنے کے لئے دماغ، دیکھنے کیلئے آنکھیں، چلنے کے لئے پیر، چھونے اور پکڑنے کے لئے ہاتھ یہ چیزیں

---

[1] تفسیر کبیر ۱۹/۸۶

کس نے دیں، اور ان چیزوں سے کام لینے کی صلاحیت کس نے دی!
ظاہر ہے یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائیں، وہ نہ دیتا تو پھر کام نہ ہو پاتا، ایسی صورت میں اب کوئی یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ یہ کام میں نے کیا، جیسے کوئی ٹائپ کرنے والا کہے کہ میں نے ٹائپ کیا؟ ذرا سوچو کہ یہ مشین اور ٹائپ کرنے کی صلاحیت اور اسکے لیئے یہ اعضا کس نے دیئے؟ اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نعمتیں دے رکھی ہیں، ایسے ہی اگر طبیعت کے موافق حالات پیش آئیں تو اس پر ناز نہ کرے، اپنی خوبی و کمال نہ سمجھے بلکہ اسکو اللہ تعالیٰ کا احسان و کرم سمجھے کہ معاملہ طبیعت کے موافق ہو گیا،

مومن کا ہر حال میں نفع ہے

اور مومن کا معاملہ بھی بڑا ہی عجیب و غریب ہے کہ ہر حال میں اس کا نفع ہی نفع ہے، کسی حال میں بھی وہ خسارے میں نہیں ہے بشرطیکہ وہ حدود کی رعایت کرے، اسی لئے حدیث میں ہے

عجبا لامر المؤمن ان امرہ کلہ	مومن کا عجیب معاملہ ہے کہ انکا ہر حال خیر ہی
لہ خیر ولیس ذالک لاحد	خیر ہے، اور یہ بات سوائے مومن کے اور
الا المؤمن ان اصابتہ سراء	کسی کو نصیب نہیں، کیونکہ اگر اسکو راحت پہنچتی
شکر فکان خیرا لہ وان اصابتہ	ہے تو شکر کرتا ہے تو یہ اسکے لئے بہتر ہے اور اگر
ضراء صبر فکان خیرا لہ[1]	تکلیف پہنچتی ہے صبر کرتا ہے تو اسکے لئے بہتر ہے

---

[1] رواہ مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ۲/۴۵۲

اس سے معلوم ہوا کہ مومن کے لئے ہر حالت میں خیر ہے، اسکا کوئی حال برا نہیں، راحت میں بھی خیر ہے، تکلیف میں بھی خیر ہے، راحت میں شکر کر کے اجر حاصل کر سکتا ہے، تکلیف میں صبر کر کے اجر حاصل کر سکتا ہے شریعت کی یہ عجیب تعلیم ہے کہ ایسا نسخہ بتلا دیا کہ اسکے ذریعہ انسان راحت ومصیبت دونوں ہی میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اسکا قرب حاصل کر سکتا ہے اور عبادت کا اجر حاصل کر سکتا ہے۔

مزاج کے موافق معاملات میں امتحان سخت ہے

عام طور پر خلاف مزاج معاملہ کو ناپسند خیال کیا جاتا ہے، اور اکثر لوگ اسکو سخت حالت خیال کرتے ہیں، کیونکہ اس میں نفس کو مشقت ہوتی ہے الجھن و پریشانی ہوتی ہے، اسکے برخلاف جو معاملات مزاج کے موافق ہوتے ہیں اسمیں چونکہ فرحت وخوشی ہوتی ہے اس لئے اسکو اچھا خیال کرتے ہیں خواہش کرتے ہیں کہ اسی طرح کے حالات ومعاملات ہوتے رہیں حالانکہ دونوں ہی حالتوں کا مقصد ایک ہی ہے، طبیعت کے موافق معاملہ ہوگیا اس سے بھی مقصود امتحان ہے، خلاف طبع امور پیش آگئے اس سے بھی مقصود امتحان ہے، اب یہ کہ ان دونوں امتحانوں میں خلاف طبیعت معاملہ سے جو امتحان ہوتا ہے وہ آسان ہوتا ہے، اس میں پاس ہونا آسان ہے، مزاج کے موافق جو معاملات پیش آتے ہیں اس میں امتحان

سخت ہوتا ہے، اس میں مشکل سے انسان پاس ہوتا ہے، کیونکہ عموماً انسان نعمت میں ایسا مشغول ہوجاتا ہے کہ انعام دینے والے کیطرف نگاہ نہیں جاتی، اس کا خیال نہیں رہتا ہے جس سے شکر کی ادائیگی میں کوتاہی ہوجاتی ہے اسلئے قرآن پاک میں فرمایا گیا۔

وقلیل من عبادی الشکور[1] اور میرے بندوں میں شکرگزار کم ہی ہوتے ہیں

توجس حالت کی ہم خواہش کرتے ہیں وہ سخت امتحان کا پرچہ ہے۔

دنیا کی فراخی حدیث کی روشنی میں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی امت کے لئے اسی کو خطرہ کی چیز محسوس فرمائی۔ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا

فواللہ لاالفقر اخشیٰ علیکم ولکن اخشیٰ علیکم ان تبسط علیکم الدنیا کما بسطت علیٰ من کان قبلکم فتنافسوھا کما تنافسوھا وتھلککم کما اھلکتھم[2] متفق علیہ

خدا کی قسم مجھے تمہارے فقر کا کوئی ڈر نہیں ہے، بلکہ میں اس سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تم پر کشادہ کیجائے گی۔ جیسا کہ ان لوگوں پر دنیا کشادہ کی گئی تھی جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں، چنانچہ تم دنیا کی طرف رغبت کروگے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے اسکی طرف رغبت کی تھی اور یہ دنیا تم کو اسی طرح تباہ کردے گی جس طرح ان ان کو برباد کرچکی ہے۔

مال ودولت روپیہ پیسہ اتنا ہو جو انسان کو اللہ کی یاد سے غافل نہ

---

[1] پ ۲۲ ع ۸ [2] مشکوٰۃ ۲/۴۴۰

کرے یہ پسندیدہ ہے، اور جو مال اللہ کی یاد اور اسکے احکامات سے غافل کردے وہ بڑے خطرے کی چیز ہے حدیث میں ہے

قد افلح من اسلم ورزق کفافا وقنعہ اللہ بما اٰتاہ[1]	وہ شخص فلاح کو پہونچ گیا جس نے اسلام قبول کیا اسکو بقدر کفاف رزق دیا گیا اور اللہ نے اس کو اس چیز پر کہ جو اسکو دی گئی ہے قناعت بخشی۔

اس سے معلوم ہوا کہ طبیعت کے موافق حالات و معاملات میں امتحان مشکل ہے اسلئے ایسے موقع پر فکر سے کام لینے کی ضرورت ہے، چوکنا رہے، غافل نہ ہو، ورنہ خطرہ ہے کہ کہیں فیل نہ ہو جائے کہ نعمت میں مشغول ہوکر منعم کو بھول جائے اسکا شکر ادا نہ کرے۔

انعامات الٰہیہ کے حقوق

جو نعمت ملی ہوئی ہے اسکو دل سے اللہ تعالیٰ کی عطا و انعام سمجھنا اور زبان سے اسکا اظہار کرنا اور اسکو گناہوں میں نہ استعمال کرنا بلکہ اس کے حکم کے موافق استعمال کرنا یہ شکر کی حقیقت اور اسکا تقاضا ہے، انسان قاعدہ سے رہے، جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے دے رکھی ہیں ان کی حفاظت کرے، ضائع نہ کرے، ان کا صحیح استعمال کرے، غلط چیزوں میں ان کو نہ استعمال کرے، گناہوں سے بچے یہ سب نعمتوں کے حقوق ہیں اس کا لحاظ رکھا جائے۔

---

[1] مسلم بحوالہ مشکوۃ ۲/۴۴۰

گناہ کے ساتھ شکر گزاری نہیں ہو سکتی

یاد رکھو شکر گزاری نہیں ہو سکتی جب تک کہ بندہ گناہ میں مبتلا رہے۔ اگر کسی شخص کو کسی ایک گناہ کی بھی عادت ہے مثلاً صرف غیبت کرتا ہے صرف جھوٹ بولتا ہے، صرف بخل کی بیماری ہے، صرف شرعی وضع قطع جو ہونا ضروری ہے وہ نہیں ہے یا اسی طریقہ سے گناہوں میں سے کسی ایک گناہ کا عادی ہے تو ایسا شخص شاکر نہیں، شکر کرنے والا اور نعمت کی قدر کرنے والا نہیں پھر جب شکر گزار نہیں تو پھر نعمت میں ترقی کیسے ہوگی؟ نعمت میں زیادتی تو جب ہوگی جب شکر کرے اس کے لئے یہ ہے کہ گناہ سے بچے، گناہ مختلف قسم کے ہیں جو بڑے بڑے گناہ کہلاتے ہیں وہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے، ان کو ایک منٹ کا مدرسہ نامی کتاب میں جمع کر دیا گیا ہے حیات المسلمین اور جزاء الاعمال یہ دونوں کتابیں حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کی ہیں ان میں بھی اس کی تفصیل موجود ہے

گناہ سے نعمت چھننے کا اندیشہ ہے

ایک ایک گناہ ان میں سے مہلک ہے، بعضے گناہ زہر کی طرح ہیں، بعضے جمال گوٹے کی طرح ہیں جو انسان کو دینی اعتبار سے کمزور کر دیتے ہیں، ایک شخص ہے وہ زہر کھائے، تو کیا اس کی وجہ سے اسکو

صحت ہوسکتی ہے؟ ایسے ہی گناہوں کا معاملہ ہے کہ اگر کسی کو اس کی عادت ہے تو اس سے نقصان ہوگا، بعض اوقات اس کی وجہ سے نعمت چھین لی جاتی ہے، اس لیئے شکر کے لیئے گناہوں سے بچنا ضروری ہے۔

نصرت خداوندی کا ضابطہ

بہت صاف اور موٹی سی بات ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتے ہیں، ہم اللہ تعالیٰ سے اسکے انعام کو چاہتے ہیں تو کیا اللہ تعالیٰ کو راضی کرکے یہ چیزیں حاصل ہوں گی یا ناراض کرکے؟ سوچو کسی نے پہلے ہی سے اپنے والد کو ناراض کر رکھا ہے، اسکے بعد اب کسی نے اس کو ستایا یا مارا پیٹا ایسی صورت میں کیا ہوگا؟ والد جو اس کے بڑے ہیں وہ تو خود ہی اس سے ناراض ہیں تو اب اس کی مدد کون کرے گا؟ والد کی مدد، ان کی تائید اور شفقت اگر چاہتا ہے تو اس کا طریقہ یہی ہے کہ پہلے ان سے معافی مانگ کر ان کو راضی کرے پھر اس کے بعد انکی عنایت اس کو حاصل ہوگی، ایسے ہی اللہ تعالیٰ کا انعام اور اس کی مدد ہم چاہتے ہیں تو پہلے ان سے تعلق کو صحیح اور قوی کریں، کوئی گناہ ہو رہا ہے، کوئی غلطی ہو رہی ہے تو اس کی تلافی کرکے اس کو راضی کریں۔

بڑے کیوں ناراض ہوتے ہیں؟

ناراضگی حکم نہ ماننے سے ہو جاتی ہے، اور حکم نہ ماننے کی دو ہی

صورتیں ہیں ایک۔ یہ کہ حکم دیا گیا کہ یہ کام کرو، اس کو نہیں کرتا ہے، دوسری
یہ کہ کہا گیا کہ یہ کام مت کرو، اس کو کرتا ہے انہی دو وجہوں سے بڑے
ناراض ہو جاتے ہیں، پھر ناراضگی قاعدہ کی بات بھی ہے اس کے برخلاف
حکم کی تعمیل کرنے پر ناراضگی کا کیا سوال؟ ایسا بھی کہیں ہو سکتا ہے
کہ حکم کے موافق معاملہ کیا جائے پھر بھی بڑے ناراض ہو جائیں، ایسی
کوئی مثال نہیں ملتی اور نہ کوئی مثال دے سکتا ہے کہ کسی کے بڑے نے
جو کہا اور چھوٹے نے اس کو مانا قاعدہ کے موافق کام کیا پھر بھی بڑا اس
کے اوپر خفا ہوا ہو، یا کسی چیز سے بڑے نے منع کیا اور چھوٹے نے اس
کو مانا، اس کام کو نہیں کیا پھر بھی بڑا اس کے اوپر خفا ہوا ہو، کسی چیز
سے بڑے نے منع کیا اور چھوٹے اس سے بچتے رہے پھر بھی بڑے نے
کوئی ناراضگی کا اظہار کیا ہو، تنبیہہ کی ہو اس کی کوئی مثال نہیں پیش کر
سکتا، بلکہ یہ چیز تو بڑے کو خوش کرنے والی ہے نہ کہ ناراض کرنے والی
ایسے ہی معاملہ کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی رکھے۔

صحیح علاج کیلئے مرض کی تشخیص اہم ہے

فرائض و واجبات، سنن مؤکدہ پر عمل کرے، گناہوں سے بچے
یہ ہے اصلی کامیابی اور اس کا صحیح راستہ کہ جس سے اللہ تعالیٰ کے انعامات
اور اس کی نصرت حاصل ہوتی ہے، اس مقصد کے لئے لوگ صحیح راستے
کو چھوڑ کر اور تدبیریں اختیار کر رہے ہیں، اسکا انجام کیا ہو رہا ہے؟ وہ

بالکل ظاہر ہے، فائدے کے بجائے نقصان ہو رہا ہے، طرح طرح کے مصائب و پریشانیاں آرہی ہیں، جب تک مرض کی صحیح تشخیص اور اسکے اسباب معلوم نہ ہوں اس وقت تک علاج کا فائدہ نہیں ہوتا، بلا مرض کی تشخیص کے علاج کرنے سے افاقہ کے بجائے مرض بڑھ جاتا ہے کمزوری بڑھ جاتی ہے، ایسے ہی معاملہ یہاں بھی ہے کہ جو اصل علاج اور دوا ہے اس کو نہیں اختیار کیا جا رہا ہے جس کی بنا پر فائدہ نہیں ہو رہا ہے بلکہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی کا مصداق ہو رہا ہے۔

تعلق مع اللہ ضروری ہے

اصل معاملہ یہ ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق کمزور کر رکھا ہے، تعلق تو ہے مگر اس کو کمزور کر رکھا ہے بس اسی تعلق کو ٹھیک کرو، قوی کرو، جب تک تعلق صحیح نہیں ہوگا اس وقت تک حالات نہیں بدلیں گے، جیسے کسی کا بیٹا ہو اور وہ اپنے والدین کو ناراض کر دے تو پھر وہ اپنے والدین کی چیزوں سے پورا نفع نہیں اٹھا سکتا ایسے ہی معاملہ یہاں بھی ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے، اپنے گناہوں سے توبہ کرے، جیسے گناہ ہیں ویسے ہی ان کی توبہ کا طریقہ ہے، توبہ کا طریقہ جس کو معلوم نہیں ہے وہ جاننے والوں سے پوچھ لے، حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کی ایک کتاب حقوق الاسلام کے نام سے ہے اس کے آخر میں توبہ کا طریقہ لکھا ہوا ہے اس کو پڑھا جائے یا کسی سے

پڑھوا کر سن لیا جائے۔ اسکے موافق عمل کیا جائے۔

توبہ کی برکت کا تاریخی واقعہ

توبہ کرے، استغفار کرے، گناہوں سے بچے، توبہ بڑی خاص چیز ہے، اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوجاتے ہیں اور معافی مل جاتی ہے حدیث میں ہے۔

التائب من الذنب کمن لاذنب لہٗ [1] — گناہوں سے (صحیح اور پختہ) توبہ کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو،

جس نے قاعدہ سے توبہ کرلی اس کی ایسی معافی ہوجاتی ہے کہ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں، ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ کی رحمت خاصہ متوجہ ہوجاتی ہے، اسکے متعلق بیسیوں تاریخی واقعات موجود ہیں کہ مصیبت و پریشانی کے وقت عام لوگوں کے توبہ کرتے ہی فوراً کامیابی مل گئی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت خاصہ شروع ہوگئی حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے ملفوظات میں اسی ضلع ہردوئی میں سنڈیلہ کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ وہاں قحط ہوا، بارش کی کمی ہوئی، تنگی و پریشانی ہوئی تو لوگ باہر جاتے دعائیں کرتے چلے آتے لیکن بارش نہیں ہوئی تو وہاں کی جو بازاری عورتیں تھیں جنھیں طوائف کہا جاتا ہے

---

[1] رواہ ابن ماجہ، مشکوٰۃ ۱/۲۰۶

انھوں نے سوچا کہ ہماری غلطی کی وجہ سے یہ معاملہ ہو رہا ہے اسلئے ہملوگوں کو توبہ کرنا چاہیئے، چنانچہ ان عورتوں نے وہاں کے جو بڑے منتظمین حضرات تھے ان سے کہا آج ہم لوگ جائیں گے، دعا کریں گے، ہمارے لئے وہاں پردہ کا انتظام کردیا جائے تاکہ غیر لوگ نہ آنے پائیں، کوئی مرد وہاں نہ جائے، انکی خواہش کے مطابق انتظام کردیا گیا، اب یہ سب عورتیں وہاں پہونچیں اور جانے کے بعد دعائیں مانگنا شروع کیا، اپنے گناہوں سے رو رو کر توبہ کی دعائیں مانگیں، گڑ گڑا کر روئیں کہ یا اللہ یہ سب کچھ ہمارے گناہوں اور بدعملیوں کی وجہ سے ہو رہا ہے، ابھی یہ سلسلہ چل ہی رہا تھا کہ حالات بدلنا شروع ہو گئے، بارش کے آثار ظاہر ہونے لگے، اسی وقت ابر آیا اور بارش شروع ہو گئی، وہاں سے بھیگتے ہوئے واپس ہوئیں، یہ ہے توبہ کا اثر اور فائدہ

حالات کیسے درست ہونگے؟

ہمارے اندر اسی کی کمی ہے کہ گناہ تو ہم چھوڑتے ہیں نہیں، توبہ و استغفار کرتے نہیں پھر حالات کیسے درست ہوں، ہم لوگوں کا بڑا عجیب حال ہو رہا ہے جس زمانہ میں کرفیو لگا تھا تو اس وقت نماز کا اہتمام، جماعت کی پابندی اور دیگر اعمال کا اہتمام رہا پھر جب کرفیو ختم ہوا تو چاہیئے تھا کہ اللہ کا شکر تے اور اطاعت کرنے بجائے اسکے گناہ کے کام کرنے لگے، ٹیلی ویژن، وی سی آر اسی طرح اور چیزوں میں مشغول ہو گئے، آج ہمارا

یہ حال ہو رہا ہے، اللہ کی طرف سے جو انعام ملا تھا اس کی ہم نے یہ قدر کی، اور بھائی ہم لوگوں کے گھروں میں ایک گناہ عام ہے، سو فی صد نماز کی پابندی نہیں ہے، جن پر نماز فرض ہے ضروری ہے، وہ سو فیصد نماز نہیں پڑھتے، سوچنے کی بات ہے، اور عبادات کا معاملہ تو بعد کا ہے، نماز جو روزمرہ کی عبادت ہے اسمیں ہمارا یہ معاملہ ہے، ہمارے ذمہ ہے کہ ہم جھوٹ نہ بولیں، غیبت نہ کریں، بدگمانی نہ کریں، حرام مال سے بچیں اسکے علاوہ اور بھی بہت سے احکام ہیں، ان کے بارے میں ہم خود غور کریں کہ ان پر کتنا عمل ہے اور کتنا نہیں ہے، ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کیسے راضی ہوں گے، ان کے انعامات کیسے ملیں گے۔

علاج کی امید پر زہر کھانا کونسی عقلمندی ہے

ایک واقعہ تو بڑا عجیب علم میں آیا اس پر حیرت بھی ہوئی اور صدمہ بھی ہوا، جس زمانہ میں کرفیو لگا تھا اس میں ایک صاحب نماز کا اہتمام جماعت کی پابندی کر رہے تھے، بعد میں جب کرفیو ختم ہو گیا ٹیلی ویژن دیکھنا شروع کر دیا، ٹیلی ویژن میں گانا بجانا وغیرہ جو کچھ ہوتا ہے وہ ظاہر ہے ایک صاحب نے کہا کہ بھائی یہ چیزیں ٹھیک نہیں ہیں ان کا دیکھنا گناہ ہے، اس پر وہ کہنے لگے کہ اللہ غفور ہے رحیم ہے، وہ معاف کر دیگا یہ ٹھیک ہے کہ اللہ تعالیٰ غفور ہیں، مغفرت فرمانے والے ہیں، رحیم ہیں رحم کرنے والے ہیں، لیکن کیا اسکا تقاضا یہ ہے کہ گناہ کیا جاتا رہے،

غلطی کی جاتی رہے، وہ تو معاف ہی کردیں گے، یہ کوئی عقلمندی کی بات ہوئی، مان لو عدالت میں حاکم بڑے نرم اور رحم دل ہیں اب کوئی اس لئے قتل کرے کہ حاکم کو رہائی کی درخواست دے دیں گے، درخواست دیکر رہائی کرالیں گے، یا ڈاکٹر بڑے مشفق و مہربان ہیں، اب کوئی آدمی سنکھیا کھالے، سانپ سے اپنے آپ کو کٹوالے کہ بعد میں ڈاکٹر صاحب سے انجکشن لگوالیں گے، دوا لے لیں گے اس طرح کا معاملہ کرنا یہ کوئی عقلمندی کی بات ہے، سمجھداری کی بات ہے۔ اسی طرح یہاں بھی یہی معاملہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی دو شانیں ہیں

پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی شان اگر غفور رحیم ہونے کی ہے تو اسی کے ساتھ ساتھ اس کی دوسری شان بھی ہے یعنی عادل ہونا بھی ہے، مجرموں کو سزا دینا بھی ہے قرآن مجید میں دونوں ہی شانوں کو بیان کیا گیا ہے، ارشاد فرمایا گیا

نَبِّئْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ	آپ میرے بندوں کو اطلاع دیدیجئے
وَاَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ	کہ میں بڑا مغفرت اور رحمت والا بھی
الْاَلِیْمُ [1]	ہوں اور یہ کہ میری سزا دردناک سزا ہے

ایک دوسرے موقع پر فرمایا گیا

---

[1] پ ۱۴ ع ۴

غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ — گناہ کا بخشنے والا ہے اور توبہ قبول
شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ — کرنیوالا ہے سخت سزا دینے والا ہے
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ [1] — قدرت والا ہے اسکے سوا کوئی لائق
عبادت نہیں اسی کے پاس جانا ہے

ان دونوں صفتوں کے ذکر کرنے کا مقصد یہی ہے کہ اللہ کی صفت رحمت اور مغفرت سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو جائے کہ گناہوں کی کھلی چھوٹ ہے، کیسی بھی نافرمانی کی جائے اللہ معاف فرما دیں گے، اس غلطی کو ختم کرنے کے لئے رحمت کے ساتھ اس کی دوسری صفت کو بھی ذکر کیا گیا ہے کہ ایسی صورت میں جہاں یہ ہے کہ معافی ہو جائے گی وہاں یہ بھی خطرہ ہے کہ گرفت ہو جائے، سزا مل جائے اسلئے صرف معافی ہی کی امید رکھنا اور سزا کا خوف نہ ہونا یہ تو کوئی سمجھ کی بات نہیں ہے بلکہ ایسے موقع پر جب سزا کا بھی احتمال ہے تو گناہ سے بہت احتیاط کی ضرورت ہے

غفور الرحیم ہونے کی حقیقت

اب یہ کہ اللہ تعالیٰ کے غفور الرحیم ہونے کا کیا مطلب ہے؟ اچھا ہے اس کی بھی تشریح کر دی جائے، قرآن پاک میں فرمایا گیا۔
ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا — پھر آپ کا رب ایسے لوگوں کیلئے
السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا — جنہوں نے جہالت سے برا کام کیا پھر

[1] پ ۲۴ ع ٦

مِنْ بَعْدِ ذَالِكَ وَاَصْلَحُوْا اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ٥ [1]

اسکے بعد توبہ کرلی اور اپنے اعمال درست کرلئے تو آپ کا رب اسکے بعد بڑی مغفرت کرنے والا بڑی رحمت کرنے والا ہے

یہ پوری آیت ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے غفور الرحیم ہونے کو ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ کی مغفرت اور رحمت کیلئے دو شرطیں ہیں ایک توبہ دوسرے عمل کی اصلاح یعنی جن لوگوں نے غلطیاں کی ہیں، گناہ کئے ہیں بے عنوانیاں کی ہیں یہ سب کرنے کے بعد احساس ہوا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی ہے توبہ کرلی اور اپنے عمل کی اصلاح کرلی ایسے شخص کے لئے فرمایا کہ ہم مغفرت کردیں گے، معاف کردیں گے، اور انعامات بھی دیں گے۔

معصیت را خندہ می آید ز استغفار ما

توبہ کہتے ہیں کہ جس میں تین چیزیں ہوں اول یہ کہ جو گناہ کیا ہے اس پر دل سے ندامت ہو شرمندگی ہو، دوسرے یہ کہ گناہ کو فوراً چھوڑ دے اور آئندہ کیلئے پختہ ارادہ ہو کہ اسکو نہیں کریں گے، تیسرے یہ کہ جو نقصان ہوا ہے اس کی تلافی کی فکر کرے، جتنا تدارک کر سکتا ہے اتنا کرے مثلاً بندوں کے حقوق ضائع کئے ہیں ان کو واپس کرے یا معاف کرائے جو حقوق اللہ اسکے ذمہ ہوں اس کو ادا کرے، یہ چیزیں توبہ کیلئے

---

[1] پ ۹ ع ۲۱

ضروری ہیں، بغیر اسکے سچی توبہ نہیں ہوسکتی بعض لوگ کہتے ہیں آج کل کرفیو لگا ہوا ہے اسلئے چلو توبہ کرلو، جب کرفیو ختم ہوجائے گا پھر ٹی وی دیکھیں گے، ریڈیو چلائیں گے، ریڈیو سے گانے سنیں گے سینما وغیرہ جائیں گے، تو یہ توبہ تو یہ نہیں ہے۔ اس توبہ کا حال جدا ہے، جسکو فارسی کے ایک شعر میں بیان کیا گیا

توبہ برلب سُبحہ برکف دل پر از ذوق گناہ ؎ معصیت راخندہ می آید زاستغفار ما

اصل توبہ وہی ہے جسمیں وہ تینوں باتیں ہوں، ایسی توبہ پر معافی کا وعدہ کیا گیا ہے۔

مغفرت کا قانون الٰہی

اللہ تعالیٰ کے غفور الرحیم ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ مغفرت اور رحمت کا معاملہ جب ہی ہوگا جبکہ توبہ کی جائے، معافی مانگی جائے، معاملہ کی اصلاح کرلی جائے، یہ نہیں ہے کہ نہ توبہ کی جائے، نہ اصلاح کی فکر کیجائے اور معافی ہوجائے، یہ عجیب معاملہ ہے، یہ کیسے ہوجائے گا، قرآن پاک میں ایک موقع پر وضاحت کے ساتھ بتلایا گیا، ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ

توبہ جس کا قبول کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے وہ تو انہی کی ہے جو حماقت سے کوئی گناہ کر بیٹھتے ہیں پھر قریب ہی وقت میں توبہ کرلیتے ہیں سو ایسوں پر

عَلِیْمًا حَکِیْمًا [1] تو خدا تعالیٰ توجہ فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں حکمت والے ہیں۔

اور میں آپ ہی سے پوچھتا ہوں کہ ایک شخص ہے اسکا اچھا کاروبار ہے، بڑی دکان ہے، اس کا لڑکا بڑا نالائق ہے، دکان کا سامان چرا کر لیجاتا ہے، صندوقچی سے رقم نکال لیتا ہے، اس کو پہلے سمجھایا، منع کیا، کچھ تنبیہ کی مگر وہ اپنی حرکت سے باز نہیں آیا تو اخیر میں اس کو گھر سے نکال دیا، الگ کر دیا، اب گھر کے لوگ رشتہ دار سفارش کر رہے ہیں، والدہ سفارش کر رہی ہیں، ماموں سفارش کر رہے ہیں، مسجد کے امام صاحب سفارش کر رہے ہیں کہ معاف کر و لیکن وہ لڑکا معافی نہیں مانگتا اسکو اپنی غلطی کا احساس نہیں ہے تو کیا والد اسکو معاف کر دیں گے؟ حالانکہ والد کو بیٹے سے محبت ہوتی ہے، شفقت ہوتی ہے، وہ رحمدل بھی ہے پھر کیا بات ہے کہ اس کو معاف نہیں کر رہے ہیں؟ بات یہ ہے کہ وہ اپنی حرکت سے باز نہیں آرہا ہے، بار بار حرکت کر رہا ہے، اسکو اپنی غلطی کا احساس نہیں ہے تو پھر معافی کا کیا سوال، ایسی حالت میں لوگوں کی سفارش سے اگر معاف بھی کر دیا تو اندیشہ ہے کہ دکان میں جو کچھ سامان ہے وہ سب لے کر کہیں چلا نہ جائے اور بیچ دے، بالکل یہی معاملہ یہاں بھی ہے، اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رحمت کے لئے یہ شرط ہے کہ اس سے معافی مانگی جائے

---

[1] پ ۴ ع ۱۴

توبہ کی جائے، اصلاح کی فکر کی جائے اسی چیز کو فرمایا گیا۔

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ
اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ
ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ
فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ [1]

تمہارے رب نے مہربانی فرمانا اپنے ذمہ مقرر کرلیا ہے کہ جو شخص تم میں سے کوئی برا کام کر بیٹھے جہالت سے پھر اسکے بعد توبہ کرلے اور اصلاح رکھے تو اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ بڑے مغفرت کرنیوالے ہیں بڑی رحمت والے ہیں

حاصل یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی شان جو غفور رحیم ہونا ہے اسکے لئے توبہ اور اصلاح یہ دونوں ضروری ہیں۔

شکر سے صبر آسان ہو جاتا ہے

بات میں بات نکلتی چلی گئی، عرض یہ کر رہا تھا کہ شکر کے لئے ضروری ہے کہ گناہ سے توبہ کیجائے، اور یہ سمجھا جائے کہ یہ اللہ کا عطیہ ہے، اسکا کرم ہے، حکم کے مطابق اسکو استعمال کیا جائے، بار بار اس کو سوچا جائے اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوگی، محبت بڑھے گی، کیونکہ محسن سے تعلق ہو ہی جاتا ہے، ظاہر ہے کہ جب تعلق ہوگا تو پھر اطاعت کرنا آسان۔ گناہ کا چھوڑنا آسان، اور اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ طبیعت کے خلاف جب کوئی معاملہ پیش آئے گا تو اس پر صبر کرنا ضبط سے کام

---

[1] پ ۷ ع ۱۲

لینا آسان ہو جائے گا، قاعدہ ہے کہ جس سے محبت ہوتی ہے اس کی طرف سے کوئی ناگوار معاملہ پیش آجائے تو اسکو برداشت کرلیا جاتا ہے

ع ازمحبت تلخہا شیریں بود

ایسے موقع پر یہ سوچے کہ جس ذات نے اتنے انعامات دیئے ہیں احسانات کئے ہیں اگر اس کی طرف سے اس طرح کا کوئی معاملہ ہو جائے اس پر شکایت کرنا احسان مندی کے خلاف ہے۔ لہذا اس کو برداشت کرلینا چاہیئے تو شکر کی برکت سے صبر آسان ہو جاتا ہے۔

خلاصۂ کلام

اس وقت بیان کا حاصل یہ ہوا کہ طبیعت کے موافق جب کوئی معاملہ پیش آئے تو شکر کرے اس سے نعمتیں اور ملتی ہیں۔ اور ناشکری سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔ شکر کی حقیقت یہ ہے کہ انسان دل سے یہ سمجھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا انعام اور اس کی عطا ہے۔ اسلئے ضروری ہے کہ نعمت کو اس کے حکم کے مطابق استعمال کرے۔ گناہوں میں نہ استعمال کرے۔ شریعت کے احکام کی پابندی کرے اور گناہوں کو چھوڑے۔

اب دعا کرلی جائے کہ اللہ تعالیٰ ان باتوں کو قبول فرمائے۔ اور ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

امور عشرہ برائے اصلاح معاشرہ

از محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم

یعنی وہ دس امور جن کے التزام سے دین کے دوسرے
احکام کی پابندی کی توفیق ان شاء اللہ ملیگی

۱۔ تقویٰ اور اخلاص کا اہتمام۔ تقویٰ کا خلاصہ یہ ہے کہ فرائض و واجبات و سنن مؤکدہ کی پابندی کرنا اور ممنوعات سے بچنا، اخلاص کا حاصل یہ ہے کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہی کرنا۔

۲۔ ظاہری گناہوں میں سے بدنگاہی، بدگمانی، غیبت، جھوٹ، بے پردگی و غیر شرعی وضع قطع رکھنے سے خصوصاً بچنا۔

۳۔ اخلاق ذمیمہ و رزیلہ میں سے بے جا غصہ، حسد، عُجب، تکبر، کینہ اور حرص و طمع پر خصوصی نگاہ رکھنا۔

۴۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا انفراداً و اجتماعاً بہت اہتمام رکھنا۔ ان کے احکام اور

آداب کو بھی معلوم کرنا۔ فضائل تبلیغ میں سے حدیث نمبر ۳ تا ۷ کو بار بار پڑھنا بالخصوص حدیث نمبر ۵ کو۔

۵۔ صفائی ستھرائی کا التزام رکھنا۔ بالخصوص دروازوں کے سامنے جن میں مساجد و مدارس کے دروازے خصوصاً توجہ کے مستحق ہیں ان کے سامنے زیادہ اہتمام صفائی کا رکھنا

۶۔ نماز کی سنن میں سے قرأت، رکوع، سجدہ اور تشہد میں انگلی اٹھانے کے طریقہ کو سیکھنا نیز اذان واقامت کی سنن کو توجہ سے معلوم کر کے ان پر عمل کی مشق کرنا۔

۷۔ سنن عادات کا بھی خاص خیال رکھنا، مثلاً کھانے پینے، سونے جاگنے، ملنے جلنے وغیرہ مسنون طریقہ پر عمل کرنا۔

۸۔ کم از کم ایک رکوع کی تلاوت روزانہ کرنا اور اس میں کلام پاک کے حُسن وجمال کی زیادہ سے زیادہ رعایت کرنا۔ یعنی قواعد اخفاء، واظہار، معروف ومجہول وغیرہ کا لحاظ رکھنا اور درود شریف کم از کم ۱۱ مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھنا، ایک تسبیح کسی نماز کے وقت تین سو مرتبہ روزانہ پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

۹۔ پریشان کن حالات ومعاملات میں یہ سوچ کر شکر کرنا کہ اس سے بڑی مصیبت و پریشانی میں مبتلا نہیں ہُوا۔ مثلاً بخار آنے پر یہ سوچنا کہ پیشاب تو بند نہیں ہُوا ہے، فالج، جنون اور قلبی امراض سے تو بچا ہُوا ہوں نیز یہ اعتقاد رکھنا کہ بیماری سے گناہ معاف ہو رہے ہیں یا اس پر اجر وثواب ہوگا۔

۱۰۔ اپنے شب و روز کے اعمال کا شرعی حکم معلوم کرنا جن کا علم نہیں ہے کہ آیا وہ اوامر یعنی فرض، واجب سُنتِ موکدہ، سُنت غیر موکدہ مستحب و مباح میں سے ہیں یا نواہی یعنی کفر و شرک، حرام، مکروہ تنزیہی یا تحریمی میں سے اور جو اعمال خدانخواستہ منکرات کے قبیل سے معلوم ہوں ان کو جلد از جلد ترک کرنا۔

امور سبعہ برائے تحصیل لتسہیل عشرہ مذکورہ

مندرجہ ذیل سات باتوں کے اہتمام سے امور عشرہ مذکورہ بالا پر عمل میں ان شاء اللہ سہولت ہوگی

ا : دُعا کا خاص اہتمام کرنا۔ بالخصوص فرض نمازوں کے بعد اور اسی طرح تلاوتِ کلامِ پاک کے بعد۔

ب : اللہ تعالےٰ کے انعامات کو سوچنا (کم از کم ۵ منٹ) مثلاً انسان بنایا، پھر معاش ایسی دی کہ لاکھوں سے بہتر حالت ہے، پھر نعمتِ ایمان دے کر کروڑوں بلکہ اربوں سے بہتر بنایا، اس کے بعد خصوصی نعمتوں کو سوچے۔

ج : مطالعہ سیرتِ سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم مثلاً سیرت خاتم الانبیاءؐ (اوجز السیر) مولفہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ (مفتیٔ اعظم پاکستان) ومطالعہ سیرت صحابہ راشدین رضی اللہ عنہم واولیاء فائزین رحمہم اللہ تعالےٰ۔

د : اہتمام صحبت صالحین ومتقین۔

ھ : محبت کاملین ومحبین۔

و : مکاتبت با عاملین ومصلحین۔

ز : مطالعہ کتب وملفوظاتِ اکابرین بالخصوص ۱، اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۲، جزاء الاعمال ۳، حقوق الاسلام ۴، حیٰوۃ المسلمین ۵، حکایاتِ صحابہ۔ ۶، تبلیغ دین محشیؒ ۷، فضائل تبلیغ ۸، الافاضات الیومیہ ۹، حسن العزیز ۱۰، انفاس عیسیٰ ۱۱، سلسلۂ مواعظ التبلیغ۔

ہمارے ملک میں چھوٹے بڑے دینی مدارس و مکاتب کا ایک سلسلہ قائم ہے جو کہ قناعت و استغنا اور توکل علی اللہ کو اپنا سرمایہ بنائے ہوئے دینی تعلیم و تربیت کے اہم کام میں مصروف ہیں ان مدارس نے دین اسلام کا اس کے مزاج و کردار اور پوری خصوصیات کے ساتھ صرف تحفظ ہی نہیں کیا بلکہ ملت کے کروڑوں افراد اور ان کی آنے والی نسلوں کی حیاتِ ایمانی اور اسلامی تہذیب و تمدن سے وابستگی میں جو نمایاں کردار ادا کیا ہے وہ تاریخ کا ایک زریں باب ہے اس کے باوجود ایک طبقہ ایسا ہے جو دینی مدارس کی افادیت کا قائل نہیں ہے ساتھ ہی ان کے وجود کو غیر ضروری سمجھتا ہے چنانچہ اسکی یہ کوشش رہتی ہے کہ ان مدارس و مکاتب کو جدید تعلیم کے لیے استعمال کیا جائے جو کہ ملک و ملت کے حق میں مفید ہوگا۔

اس سلسلہ میں حکیم الاُمت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ کا درج ذیل ارشاد گرامی مشعلِ راہ ہے۔

اس میں ذرا شبہ نہیں کہ اس وقت علوم دینیہ کے مدارس کا وجود مسلمانوں کے لیے ایسی بڑی نعمت ہے کہ اس سے فوق متصور نہیں۔ دنیا میں اگر اسلام کی بقا کی کوئی صورت ہے تو یہ مدارس ہیں کیونکہ اسلام نام ہے خاص عقائد و اعمال کا جس میں دیانت، معاملات، معاشرات اور اخلاق سب داخل ہیں اور ظاہر ہے کہ عمل موقوف ہے علم پر اور علوم دینیہ کی ہر چند کہ فی نفسہ مدارس پر موقوف نہیں مگر حالات وقت کے اعتبار سے ضرور مدارس پر موقوف ہے۔[1]

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں کہ مدارس اسلامیہ میں بے کار پڑے رہنا بھی انگریزی میں مشغول ہونے سے لاکھوں کروڑوں درجہ بہتر ہے اس لیے گو لیاقت اور کمال حاصل نہ ہو لیکن کم از کم عقائد تو خراب نہ ہوں گے اور مسجد کی جاروب کشی اس وکالت اور بیرسٹری سے بہتر ہے جس میں ایمان میں تزلزل ہو اور خدا رسول صحابہؓ اور بزرگانِ دین کی شان میں بے ادبی ہو جو انگریزی کا اس زمانہ میں اکثر یہی بلکہ لازمی نتیجہ ہے ہاں جس کو دین ہی کے جانے کا غم نہیں وہ جو چاہے کہے اور کرے۔[2]

[1] تجدید تعلیم و تبلیغ صفحہ ٦٦ [2] تجدید تعلیم و تبلیغ صفحہ ١٧٧

عبادت کا عجیب گُر

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

القول العزیز

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ